علمی مضامین سلسلہ نمبر ۵۸

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

خونی اِنقلاب ۱۸۵۷ء اَور اہلِ دیوبند

۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں دوآبہ میں اِیسٹ اِنڈیا کمپنی دَخیل کارِ حکومت ہوگئی تھی، اُس نے اَپنے مراکز بنانے شروع کر دیے تھے سہارنپور میں مرکز قائم کر لیا تھا لیکن پوری طرح پورے علاقوں پر تسلط سقوطِ دہلی کے بعد ہوا۔ اِستخلاصِ وطن میں جو علاقے مسلسل کوشاں رہے اَور جہاد کرتے رہے اَنگریزوں نے پوری طرح تسلط جمانے کے بعد اُن سے بری طرح بدلہ لیا، اِس پورے علاقے کی اَنگریز دُشمنی کی حالت کیا تھی وہ تو سب کے سامنے ہے کہ اِسے وطن سے نکال کر ہی دم لیا اَور خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ مسلسل تحریک جاری رکھی گئی، یہ نظریات حضرت شاہ ولی اللہ اَور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے اُن فکری اَور رُوحانی وارثین میں جو بتوسط سیّد صاحب شہید قدس سرہٗ وابستہ ہیں چلتے ہی رہے۔

سیّد صاحبؒ کے اَفکار و نظریات کا یہ علاقہ کتنا بڑا مرکز تھا اِس کا اَندازہ مولانا اَبوالحسن ندوی مدظلہم کے والد ماجد مولانا سیّد عبدالحئی صاحبؒ کے تبصرہ سے لگایئے۔ اُنہوں نے اِس علاقے کا دورہ تقریباً سو سال بعد ۱۳۱۲ھ میں کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں :

''اِس وقت سہارنپور کے جس قدر قصبوں میں جانے کا اِتفاق ہوا ہے وہاں ہر فرد و بشر کو سیّد صاحبؒ کا دَم بھرتے پایا ہے، جو ہے اُن کی محبت میں چور ہے، میں نے اَپنی

عمر میں سیّد صاحبؒ کا اِتنا چرچا کہیں نہیں دیکھا۔'' (شاندار ماضی جلد چہارم ص ۲۷۲)

اہلِ دیوبند نے اَپنی بساط کے مطابق اُسی روِش پر چلتے ہوئے جہاد ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا اَور جب اُس مسلح جنگِ آزادی میں ناکامی ہوئی تو ہر وہ شخص جس نے آزادیٔ وطن کی جنگ میں کوئی حصہ لیا تھا، برطانوی حکومت کا باغی اَور مجرم قرار پایا۔ اَنگریزوں نے دوبارہ تسلط حاصل کرنے کے بعد جس غیض وغضب کے ساتھ اِس کا اِنتقام لیا وہ کیفیت شاندار ماضی وغیرہ میں مطالعہ کی جا سکتی ہے، صاحبِ تاریخ دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ صرف دیوبند میں ۴۴ اَشخاص کو پھانسی پر لٹکایا گیا، آم کے جس درخت پر لوگوں کو پھانسی دی گئی اُس کو راقم سطور نے بھی دیکھا ہے، آم کا یہ درخت ''سولی والا'' کہلاتا تھا۔

☆ ۱۶/آدمیوں کو دس دس سال قید کی سزا دی گئی۔

☆ ۲۰/آدمیوں کو تین تین سال قید کی سزا دی گئی۔

☆ ۳۴/اَشخاص پر جرمانہ عائد کیا گیا۔

☆ ۳۴/اَشخاص سے آئندہ پُر اَمن رہنے کی ضمانت لی گئی۔

☆ ۷/آدمی ایسے خوش قسمت تھے کہ اُن کو کوڑے مار کر چھوڑ دیا گیا۔

☆ مضافات کے تین گاؤں نذرِ آتش کر دیے گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند، تھانہ بھون، کیرانہ، کاندھلہ، شاملی، پھلت، کھتولی، جانسٹھ، جھنجھانہ، بڈھانہ، نانوتہ، گنگوہ، منگلور، رُڑکی، اَنبیٹھہ، رائے پور، رام پور (منہیاران)، نگڑ، جو اِس علاقے کے مشہور قصبات ہیں اُن کے خواص وعوام ہم خیال تھے اِس لیے بہت بڑے بڑے حضرات باوجود مسلح مقابلوں کے بچ گئے۔

اَنگریز مخبری کا جال اِس علاقہ میں کامیاب نہیں رہا، شروع سے ہی اِن حضرات نے پوری بیدار مغزی سے کام لیا جبکہ (جلد چہارم ص ۲۷۵ پر) شاندار ماضی میں ''۱۸۵۷ء کے دہلوی مؤرخ شمس العلماء ذکاء اللہ خان کی ایک دلچسپ تحریر'' کے عنوان کے تحت فرمایا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں :

''سب سے اوّل مولوی رحمت اللہ کیرانہ سے اِس ٹوہ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی کیا صورت ہے، وہ بڑے عالم فاضل تھے عیسائی مذہب کے رَد میں صاحبِ تصنیف تھے، وہ قلعہ کے پاس مولوی محمد حیات کی مسجد میں اُترے اِس دانشمند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہ تھی بلکہ ایک ہنگامہ فساد بر پا تھا، وہ یہ سمجھ کر اپنے وطن چلا گیا۔''

دَر اَصل مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی جو جنت المعلٰی میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہما کے ساتھ مدفون ہیں، خود ایک جلیل القدر شخصیت اَور عظیم جماعتِ مجاہدین کے نمائندہ تھے۔ مولانا رحمت اللہ اَور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں ہی اَنگریز کے پنجۂ اِستبداد سے بچ نکلنے میں بفضلِ اِلٰہی کامیاب ہوگئے۔ مکہ مکرمہ سے ہندوستان میں اُمورِ سیاسیہ کی قیادت فرماتے رہے، مولانا رحمت اللہ نے تو قسطنطنیہ پہنچ کر سلطانِ ترکی کے یہاں اِعتماد بھی حاصل کرلیا تھا۔ اِن حضرات نے اگرچہ اَنگریز سے جہاد بالسیف کیا لیکن پھر بھی بحمداللہ یہ محفوظ رہے اَور اِن کے ساتھی اَور قائم مقام اَکابر بھی، بظاہر اِس کی وجہ اِن حضرات کا تدبر، حسنِ سیاست و کارگردگی اَور اُس علاقہ کے عوام وخواص کا ہم خیال سمجھدار اَور صاحبِ فراست ہونا تھا۔

شمس العلماء اِن اَکابر کے ساتھ پڑھے ہوئے تھے مگر اَپنی کتاب میں اَندازِ بیان اَجنبیانہ اِختیار کیا۔ دیوبند کے رقبے کا بڑا حصہ سیور غال کے طور پر تھا۔ آئینِ اَکبری میں دیوبند کے دسویں حصہ کو سیور غال بتلایا گیا ہے اِس کے بعد بھی اُس میں مغل بادشاہوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً اِضافہ ہوتا رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد قید و بند اَور پھانسی کی سنگین سزاؤں کے علاوہ اُن سب لوگوں کی معافی دوام زمینوں کو بحقِ سرکار ضبط کرلیا گیا۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۸۶)

تجارت پیشہ لوگوں کے علاوہ زمیندار طبقہ کی مرفّہ حالی کا اَندازہ اُن عالیشان حویلیوں سے کیا جاسکتا ہے جو اُس دَور میں تعمیر ہوئیں، تاریخ سہارنپور میں لکھا ہے کہ دیوبند کی بیشتر اَراضی معافی دوام تھی

جو مسلمان بادشاہوں، روہیلوں اور مرہٹوں کے عہدِ حکومت میں دی جا رہی تھی، برطانوی حکومت کے زمانہ میں ضبط ہو کر ''محالِ مضبطہ'' قرار دی گئی۔ (تاریخ دیوبند ص ۲۴۷ نیز بحوالہ تاریخ سہارنپور ص ۱۶۱)

سیور غال کی اِن زمینوں کے ضبط ہو جانے سے شیوخ (عثمانی و صدیقی) کے بہت سے مرفّع حال خاندان نانِ جویں تک کے محتاج ہو گئے۔ اُس وقت انگریز حکام کے غیض و غضب کا یہ عالم تھا کہ ع

جسے دیکھا حاکم وقت نے، کہا یہ بھی قابلِ دار ہے!

(تاریخ دیوبند ص ۱۸۶)

اِس کے بعد دُوسرا دَور شروع ہوا جس میں اہل اللہ کے ہاتھوں دارُالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی یہ علمی اور سیاسی مرکز بنا۔ یہیں سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا قدس سرہٗ کا وجودِ مسعود ۱۸۵۷ء کے دَور کے بعد سب سے عظیم تر اِنقلابی تھا جس میں اُن کی رُوحانیت کو بڑا دَخل تھا۔ میں نے ۱۹۶۴ء میں اَمیرِ جماعتِ تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ سے سنا کہ

''مسلمانوں کا ایک جگہ اِس طرح جمع ہو جانا کہ جس طرح سب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جمع ہو گئے تھے، یہ تو محال ہے اَلبتہ اپنی سی کوشش کی جا سکتی ہے۔''

اِس کے بعد اُن کا خطاب تین گھنٹہ تک جاری رہا جس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت قریب آ گیا تھا اُنہوں نے یہ خطاب مدرسہ صولتیہ میں نچلی منزل کے بڑے کمرے میں فرمایا تھا، اُس میں ہندو پاکستان کے چیدہ چیدہ علماء کو بلایا گیا تھا جن کی تعداد بیس بائیس کے قریب تھی، بیٹھ کر ہی خطاب فرمایا تھا، مجھے بھی اَز راہِ شفقت مدعو فرمالیا تھا، مجھے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی عظمتِ شان کا اِتنا علم نہ تھا جتنا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے اُس دِن سنا اَور سن کر محوِ حیرت ہو گیا۔

اس مجلس میں مولانا رحمہ اللہ کے قریب فرانس کے مبلغ بھی بیٹھے تھے مولانا نے اُس روز پورے عالمی حالات پر ہر اِعتبار سے جامع خطاب فرمایا تھا جو حضرات اُس مجلس میں شریک ہوئے اُن

میں جوان اَور عمر رسیدہ علماء سب ہی تھے [1] اُن حضرات کو شاید اَور بھی باتیں مجھ سے زیادہ یاد ہوں کاش وہ خطاب ٹیپ کرلیا گیا ہوتا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پورے اَور مکمل حالات اِس لیے جمع ہی نہیں ہو سکے کہ اَنگریز کی دسترس سے کوئی جگہ محفوظ نہ تھی، اُس کی سلطنت پر سورج ہی غروب نہ ہوتا تھا۔

اُسی سفر میں مدینہ منورہ میں ایک معمر بزرگ مولانا محمد اَلقرشی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ یہ سندھ کے رہنے والے تھے اِن کے صاحبزادے عبداللہ اَلقرشی بڑے قانون دان اَور اَنگریزی زبان سے بھی واقف ہیں گھڑیوں کی دُکان ہے، مولانا محمد اَلقرشیؒ خود تحریکِ شیخ الہندؒ کے ایک کارکن تھے اِسی بنا پر ترکِ وطن کر کے سندھ سے مدینہ منورہ جا بسے۔ اُنہوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ آزادی ہند پر ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی تھی لیکن جب وہاں بھی اَنگریزی تسلط ہوا تو ایسے لوگوں کی خانہ تلاشی لی جانے لگی اَور اُنہیں حکومتِ برطانیہ کے حوالے کیا جانے لگا تو اِسی اَندیشہ سے اُنہوں نے اَپنی اِس ضخیم کتاب کو تلف کر دیا کیونکہ اُن کے بارے میں بھی مخبری کر دی گئی تھی۔ میں نے اُن سے گزارش کی کہ دوبارہ اَب مرتب فرمادیں لیکن وہ اِتنی بڑی اَور مفصل تحریر تھی کہ اُسے دوبارہ مرتب کرنا بے حد مشکل تھا، ممکن ہے اُنہوں نے کچھ مواد مرتب فرمایا ہو مگر مجھے اُس کا پتہ نہیں۔ نہ معلوم اِس طرح کتنے اَکابر تھے جن کی معلومات اُن کے ساتھ ہی رُخصت ہوگئیں، اَنگریز کے آخری دَور میں یہی حال رہا ہے۔

---

[1] اَحقر بھی اِن مجالس میں کبھی کبھار حضرتؒ کے ہمراہ ہوتا تھا، اُس وقت میری عمر سات آٹھ سال کی تھی۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا خاکہ ذہن میں تا حال محفوظ ہے۔ اِس سفرِ حج میں میری والدہ محترمہ اَور سواماہ کی ہمشیرہ عطیہ مرحومہ بھی ہمراہ تھیں۔ اِن ہی ملاقاتوں کے بعد حضرت اَقدسؒ نے اَپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا یوسف صاحب زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکیں گے کیونکہ اَپنے کام کی لگن اَور فکر سے اِن کا دِل جل چکا ہے۔''

چنانچہ اَگلے ہی برس مؤرخہ ۳۰/ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ/۲/اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرتؒ رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ محمود میاں غفرلہٗ

والد ماجد قدس سرہٗ نے ''اَلجمعیۃ'' کے ''مجاہدِ ملت نمبر'' میں تحریر فرمایا ہے کہ

''آخری دَور تک تمام معلومات رَاز میں رکھی جایا کرتی تھیں، کسی کارروائی کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔''

مجاہد ملت نمبر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر شائع ہوا تھا۔

''حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ/ ۳۰ نومبر ۱۹۴۰ء کو وفات پائی، آپ کو ڈاکٹر اَنصاری مرحوم کی کوٹھی پر جب غسل کے لیے لٹایا گیا تو پیٹھ بالکل سیاہ ہو رہی تھی اَور اُس پر نشانات تھے لوگوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کیونکر ہوئے۔ آپ کے اُن رفقاء نے جو اَسارتِ مالٹا میں ساتھ تھے بتلایا کہ یہ نشانات اُن دُرّوں کے ہیں جو اَسارتِ مالٹا میں آپ پر پڑتے رہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ شیخ الہندؒ نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ میرے سامنے اُن مصائب کا جو مجھ پر ٹوٹ رہے ہیں کبھی ذکر نہ کرنا۔''

(شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مصنفہ ڈاکٹر اِقبال حسن خان پی ایچ ڈی ص ۱۵۳)

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے اِخفا کا یہ حال تھا کہ کتمانِ حسنات [۱] طبیعتِ ثانیہ تھا تو ایسی صورت میں اُن کے کارنامے اَور بھی مستور رہے نیز جب وہ اَسارت سے رہا ہوئے تو وہ ہی اَنگریزی دَور تھا اَور تحریک جاری تھی اَور حضرتؒ کے جوشِ جہاد کا وفات تک یہی حال تھا کہ اُسی دِن جس شام کو وفات ہوئی ذرا گفتگو کی قدرت ہوئی تو اِرشاد فرمایا :

''مرنے کا تو کچھ اَفسوس نہیں، تمنا تو یہ تھی کہ میں میدانِ جہاد میں ہوتا اَور اعلائے کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کیے جاتے۔'' (اَیضًا صفحہ ۱۵۳)

کوئی ایسی فضاء اُن کشتگانِ تسلیم و رضا کو میسر نہیں آسکی جہاں سب مل بیٹھتے، مراکز جو خفیہ تھے خفیہ ہی رہے اَور اُن حضرات کی یہ نیکیاں جزاءِ یومِ قیام میں محض رضاءِ ربِ اَنام کے لیے محجوب رہیں [۲]

---

[۱] اپنی نیکیوں کو چھپائے رکھنا [۲] یعنی دُنیا میں اِن کے کارنامے لوگوں پر ظاہر نہ ہو سکے اَلبتہ یہ حجاب اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گا۔ اِنشاء اللہ۔

اُن کے کارناموں کا سراغ تو لگ سکتا ہے مگر تفاصیل جمع ہونی مشکل ہیں۔ باہم ایک دُوسرے سے کیسے رابطہ رہا، بجز خدائے تعالیٰ کے کوئی کیا جانے۔

شَکَرَ اللّٰہُ مَسَاعِیْھِمْ وَ تَغَمَّدَھُمْ بِرَحْمَتِہٖ وَرِضْوَانِہٖ وَاَسْکَنَھُمُ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی مِنْ جَنَانِہٖ آمِیْن .

بہرحال یہ علمی مرکز دارُالعلوم دیوبند کس طرح قائم ہوا جس میں ایسے بزرگ پیدا ہوئے اُس کا کچھ خاکہ اَگلے مضمون میں پیش کیا جائے گا۔

اِس سے قبل مناسب ہے کہ یہاں دیوبند کے اُس دَور کے اُن معروف علماء و بزرگ حضرات کا تذکرہ بھی مختصراً کر دیا جائے کہ جن کی پیدائش یا عمر کا معتدبہ حصہ تیرھویں صدی میں گزرا ہے کیونکہ یہاں تک دیوبند کے بارہویں صدی کے بزرگوں کا اِجمالاً کچھ ذکر آچکا ہے۔

حضرت مولانا رفیع الدینؒ : (وفات ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)

حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ (۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) کے مشہور خلفاء میں تھے، گو علمی حیثیت بہت معمولی تھی مگر اَپنے زمانے کے اَولیائے کاملین میں اِن کا شمار ہوتا تھا، اِسی کے ساتھ اِنتظامی اُمور کا زبردست ملکہ حاصل تھا عرصہ تک دارُالعلوم کے مہتمم رہے (تقریباً ۱۹ سال) آپ کے زمانے میں دارُالعلوم نے بڑی ترقی کی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن آپ سے مجاز تھے، مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اَور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ جب ۱۳۹۴ھ میں نودَرے کی عمارت کی جو موجودہ عمارتوں میں سب سے پہلی عمارت ہے، بنیاد کھدائی گئی تو آپ نے خواب دیکھا کہ

'' اِن نشانات پر تعمیر کی جائے ''

مولانا نے صبح اُٹھ کر دیکھا تو نشانات موجود تھے چنانچہ اُن ہی نشانات پر بنیاد کھدوا کر تعمیر شروع کروائی گئی۔ (تاریخ دیوبند ص ۷۶ و ص ۳۸۳)

اَور شیخ بلند بختؒ شہیدِ بالاکوٹ آپ ہی کے چچا تھے۔ رحمہم اللہ۔

ملّا محمودؒ : (وفات ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء)

علومِ حدیث فقہ کے فاضل اُستاد تھے، میرٹھ کے مطبع ہاشمی میں ملازم تھے۔ چھتہ کی مسجد میں جب اوّلاً دارُالعلوم قائم ہوا تو اُس کی مدرسی کے لیے حضرت نانوتویؒ کی نظرِ اِنتخاب جن پر پڑی وہ یہی مُلّا محمود تھے یہ دارُالعلوم کے سب سے پہلے مدرس تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے چھتہ کی مسجد میں اَنار کے درخت کے نیچے اِن ہی سے پہلا سبق پڑھا تھا۔

حضرت نانوتویؒ کے مندرجہ ذیل اَشعار سے اِن کے علم وفضل کا اَندازہ ہوتا ہے۔

دَر حدیث و فقہ و تفسیر و اُصول
شہرتے کامل بدارد دَر فحول
زیلعی و لوذعی دَریائے علم
منبع خُلق و تواضع کانِ علم
بر زبانش ہست مضمونِ کتاب
ہست تقریرش چو بارِندہ سَحاب

مولانا فصیح الدینؒ :

دہلی میں حضرت مولانا مملوک العلی نانوتویؒ سے تحصیلِ علم کی۔ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ (۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ تعلیم سے منسلک ہوگئے محکمہ تعلیم کی فرمائش پر (۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۶ء) میں ضلع سہارنپور کا جغرافیہ لکھا جو اُس ضلع کا غالباً سب سے پہلا جغرافیہ ہے کہ ''اَٹھارہ سو چھیاسٹھ سن'' کے اعداد سے اِس کی ہجری تاریخ بھی نکلتی ہے۔ مولانا فصیح الدینؒ دارُالعلوم کے معاون رہے، مدرسہ کو کتابیں بھی دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں وفات پائی۔

حافظ لطافت علیؒ : (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)

مجذوب صفت بزرگ تھے۔ آپ کی سوانح حیات تذکرہ حافظ کے نام سے اَلگ لکھی گئی ہے۔ سہارنپور کے قریب شیخپورہ میں مدفون ہیں۔

المولوی عظمت علیؒ : (وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء)

حافظ لطافت علیؒ سے خلافت حاصل تھی، یہ بھی مجذوب صفت تھے، دارُالعلوم سے متصل جانبِ شمال اِن کا مزار ہے۔

مولانا ذوالفقار علیؒ :

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب عثمانی نوراللہ مرقدہٗ کے والد ماجد تھے، ۱۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے، دہلی کالج میں حضرت مولانا مملوک العلی نانوتویؒ (وفات ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) سے پڑھا فراغت کے بعد بریلی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے، چند سال کے بعد محکمہ تعلیم میں ڈپٹی اِنسپکٹر ہوگئے، عربی زبان واَدب پر بڑی دَسترس تھی، دیوانِ حماسہ، دیوانِ متنبّی، سبعہ معلّقہ اَور قصیدہ بانت سعاد اَور قصیدہ بردہ کی شروح تحریر فرمائی ہیں، معانی وبیان میں تذکرۃ البلاغۃ اَور ریاضی میں تسہیل الحساب اِن کی یادگار ہیں۔

۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ اَلْھَدِیَّۃُ السَّنِیَّۃُ فِیْ ذِکْرِ الْمَدْرَسَۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ الدِّیُوْبَنْدِیَّۃِ کے نام سے لکھا ہے جس میں بزرگانِ دارُالعلوم کے اَوصاف وکمالات اَور سرزمین دیوبند کی خصوصیات بڑے لطیف اَور اَدیبانہ اَنداز میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ پینشن پانے کے بعد آنریری مجسٹریٹ رہے، دارُالعلوم دیوبند کے اَوّلین بانیوں میں سے تھے چالیس سال تک دارُالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رُکن رہے۔

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں بعمر ۸۵ سال وفات پائی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پہلو میں جانبِ مشرق اِن کی قبر مبارک ہے، اِن کی بائیں جانب مولانا محمد اَحسن نانوتویؒ مدفون ہیں۔

اِسی پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ نے یہ شعر کہا ہے ۔

ہاں بخُسپ آسودہ تر
مابینِ دو یارانِ خویش
قاسمِ بزمِ مودّت
احسنِ شائستہ خُو

جناب حاجی سیّد محمد اَنور[1] رحمۃ اللہ علیہ :

حاجی محمد عابد مہتمم اَوّل دارُالعلوم دیوبند کے رشتہ دار اَور اُن کے خلیفہ بھی تھے، سال پیدائش ۱۲۵۰ھ ہے، ۲۰ر جمادی الاوّل ۱۳۱۲ھ/ ۱۹ر نومبر ۱۸۹۴ء میں آپ نے وفات پائی، سرائے پیرزادگان میں آپ کا مزار ہے، آپ کے بارے میں حضرت اَقدس مولانا شاہ اَشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اِرشاد فرماتے ہیں :

---

[1] اِن کی شہرت ومقبولیت کا اَندازہ اِس سے لگائیں کہ اِن کی وفات پر تاریخ وفات نظم کرنے والے ہندوستان بھر کے مختلف مقامات کے بڑے بڑے حضرات ہیں۔ ایک سو پچیس شعراء وعلماء واَکابر نے بلکہ غیر مسلموں نے بھی کلامِ منظوم میں تاریخ وفات لکھی ہے جن میں مولانا عبدالعلیم صاحب مبارک پوری، مولانا عبدالجبار صاحب پروفیسر عربیک کالج جبل پور، مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ دیوبندی رُکن شوریٰ دارُالعلوم دیوبند، محدث عصر حضرت مولانا ظہیر اَحسن صاحب، شوق نیموی، عظیم آبادی، شاہزادہ مرزا زمیندہ بخت بہادر تیمور گورگانی، اِبن السلطان اَبوالمظفر، سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نوراللہ مرقدہٗ، مولانا مولوی اَصغر علی صاحب، رُوحی ایم اَوایل پروفیسر اِسلامیہ کالج لاہور، مولانا عبدالرحمٰن صاحب بقا غازی پوری، مولانا اَبوالخیر مظہرِ عالم وجہ السلام محمد صفی الدین، قصبہ مونگیر ضلع دَربھنگہ، ملک الشعراء اَمیر مینائی لکھنوئیؒ، محمد اَفضل علی خاں صاحب بہادر، اَفضل شوکت جنگ لکھنوی، نواب کنور اِعتماد خان صاحب بہادر سعد آباد، مہاراجہ سری جیت پرتاب بہادر والیٔ ریاست تمکوہی، راجہ محمد اَمیر حسن صاحب والیٔ ریاست محمود آباد داخل ہیں۔ اِن کے علاوہ بکثرت حضرات بمبئی، کلکتہ، اَمرتسر وغیرہ سب اَطراف کے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِن کے اَثرات ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے، ملاحظہ فرمائیں ملفوظاتِ اَنوری مصنفہ اِکرام علی صاحب، مطبوعہ ۱۳۱۵ھ مطبع مجتبائی دہلی۔

''حضرت حاجی اَنور صاحب دیوبندیؒ خلیفہ حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندیؒ بھی بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے بلکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اَپنے شیخ سے بھی بڑے ہوئے ہیں۔ حج سے واپس آنے کے بعد اُن کے اُوپر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ جنون ہو گیا ہے، اَپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے کھانے بکثرت پکوا کر تقسیمِ عام کراتے اَور ہر وقت ایک سُکر کی سی کیفیت غالب رہتی۔ اُس زمانہ میں حضرت والا [1] اِتفاق سے دیوبند تشریف لائے تو عیادت کے لیے پہنچے، حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے خلوت میں فرمایا کہ میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اَب تک کسی سے ظاہر نہیں کی لیکن اَب آپ اُس کو میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کریں، وہ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض اَنبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے یہ جو میری حالت ہے یہ اُنہیں حضرات کی نظر کا اَثر ہے۔

حضرت والا سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تنہائی میں کوئی خاص بات فرمائی ہے؟ حضرت والا نے سچی بات فرمادی کہ ہاں ایک خاص بات تو فرمائی ہے لیکن مجھے ممانعت فرمادی ہے کہ میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کرنا اِس لیے میں اُس کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ حضرت والا نے حسبِ وصیت حاجی صاحب کی زندگی میں کسی پر وہ بات ظاہر نہ فرمائی اَلبتہ بعد وفات اِخفاء کا اہتمام نہیں فرمایا۔

اِس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ حاجی صاحبؒ نے اَپنے اِس خاص رازِ باطنی کا اہل صرف حضرت والا کو سمجھا اَور کسی پر اُس کا اِظہار نہ فرمایا بلکہ حضرت والا کو بھی اُس کے اِظہار سے ممانعت فرمادی۔''

(اَشرف السوانح ص ۱۴۹ تا ۱۵۱ باب دوازدہم مطبوعہ کتب خانہ اَشرفیہ دہلی)

---

[1] حضرت اَقدس مولانا شاہ اَشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

سیّد محمد حسن نبیرہ سیّد غلام رسول بغدادی رحمۃ اللہ علیہما :

سیّد محمد حسن ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے، آپ سیّد غلام رسول صاحب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہوتے ہیں اَور دیوبند کے مشہور بزرگ سیّد محمد عبداللہ صاحب عرف ۱؎ میاں جی منے شاہ صاحب آپکے ماموں ہوتے ہیں۔ میاں جی منے شاہ صاحبؒ کے خاندانی حالات اَور شجرہ نسب کا پتہ نہیں چل سکا۔

یہ بزرگ اَولیاءِ کاملین میں سے تھے اِن کے زمانے کے تمام بزرگ اِن کی دَرویشی اَور بزرگی کا بہت لحاظ رکھتے تھے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے دارُالعلوم کی موجودہ عمارت کا سنگِ بنیاد جن حضرات سے رکھوایا اُن میں میاں جی بھی شامل تھے، فارسی کے نہایت باکمال اُستاد تھے، قلعہ کی مسجد میں اِن کا مکتب جاری تھا، اللہ تعالیٰ نے اِن کی تعلیم میں بڑی برکت دی تھی، شاگردوں میں

۱؎ ایک بار دَورانِ درس حضرت اَقدس مدنی قدس سرہٗ نے میاں جی منے شاہ صاحبؒ کا واقعہ نقل فرمایا کہ لکھنو کی طرف سے ایک معروف عالم دیوبند تشریف لائے تو میاں جی صاحب اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے، نیت باندھی اَور تھوڑی دیر بعد نیت توڑ کر چلے گئے کہ اِمام صاحب تو اِینٹوں کے بھٹے میں گئے ہوئے ہیں، دریافت کرنے پر اُن عالم نے بتلایا کہ میں گھر اِینٹوں کے عمارت کے واسطے کہہ آیا تھا، مجھے نماز میں اُن کا خیال آیا تھا۔ میاں جی منے شاہ صاحبؒ کے ایسے واقعات بہت مشہور ہیں۔

اَور حضرت میاں اَصغر حسین صاحبؒ کے بھی اِسی طرح کشف وکرامات کے واقعات، جنات کے واقعات اَور اُن کے مؤثر تعویذات بہت مشہور ہیں۔ جن حضرات نے دیوبند میں تعلیم حاصل کی ہے اَور حضرت میاں صاحب کا شرفِ تلمذ حاصل ہوا ہے وہ سب جانتے ہیں۔ حضرت اَقدس مولانا السیّد اَصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ عرف میاں صاحب (اِبن جناب سیّد محمد حسن صاحبؒ) پیدائش: ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء وفات: ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء نے حضرت شیخ الہندؒ سے حدیث وتفسیر پڑھی، دارُالعلوم میں حدیث وتفسیر کا دَرس دیتے تھے، اُردو زبان میں پینتیس کتابیں تصنیف فرمائیں، یہ کتابیں عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں، گجرات کے علاقہ راندیر میں وفات پائی اَور وہیں مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (اَز تاریخ دیوبند)

حضرت مولانا اَختر حسین صاحب مدرسِ علیا دارُالعلوم دیوبند ہیں اَور اِن کے دُوسرے بھائی حضرت حاجی بلال صاحب تعویذات میں وہبی ملکہ وقوت رکھتے ہیں۔ کَثَّرَ اللّٰہُ اَمْثَالَھُمْ (حامد میاں غفرلہٗ)

ہندو مسلمان سب شامل تھے۔ میانجی منے شاہؒ نے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۴ء میں وفات پائی، بندگی شاہ محمد عمرؒ کے قبرستان میں مرزا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ : (وفات ۱۳۲۵ھ۔۱۹۰۷ء)

دارُالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے مجلس شوریٰ کے آخر عمر تک رُکن رہے۔ دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی تھی، فارسی اَور اُردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔

خانقاہ و مدرسہ سرائے پیرزادگان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے طلباء اَور رُوحانی مستفیضین کی تعداد کی کثرت کی بنا پر اُس کے نام اَوقاف تھے لیکن ایک حادثہ عظیمہ کے بعد اِس کا احیاء [۱] نہ ہوسکا تھا اِس کے بعد آخری زمانہ میں دیوبند میں قدیم طرز کے صرف تین مدرسوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مدرسہ مولوی مہتاب علی [۲] کا تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کی عربی تعلیم کا آغاز اِسی مکتب سے ہوا تھا۔ دُوسرا مدرسہ میاں جی اِمام علی کا تھا جو اِمام بخش صہبائی کے شاگرد تھے اَور تیسرے مدرسہ میں جو بحال سنگھ مصر رئیس دیوبند کے مکان پر جاری تھا، دیوبند کے مشہور بزرگ میاں جی منے شاہ پڑھاتے تھے۔ اِن مدرسوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بچے بھی پڑھا کرتے تھے۔

فَقَطْ هٰهُنَا تَمَّ مِنَّا الْكَلَامُ عَلٰى مُصْطَفٰنَا اَلْوُفُ السَّلَامُ

خودی کو کر بلند اِتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

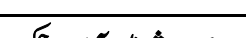

---

[۱] اَب سیّد اِبراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی اَولاد سرائے سے شہر میں آباد ہو چکی ہے، صرف دو ایک گھر باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی خستہ حال اَور روایاتِ سلف سے عاری۔

[۲] مولانا مہتاب علی صاحب (وفات ۱۲۹۳ھ) مولانا ذوالفقار علی کے بڑے بھائی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تایا جان تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کے اَوائل میں دیوبند کے رئیس شیخ کرامت حسین کے دیوان خانہ میں جو مدرسہ قائم تھا اُس میں عربی پڑھاتے تھے، دارُالعلوم قائم کرنے کے لیے پہلا چندہ حاجی محمد عابد صاحب کا تھا اَور دُوسرا چندہ اِن ہی مولانا مہتاب علی صاحبؒ نے دیا۔ قیامِ دارُالعلوم کے بعد اُس کی مجلس شوریٰ کے رُکن قرار پائے۔